حضرت مولانا عبدالغنیؒ "حاجی صاحب" کا تعارف وخدمات

INTRODUCTION AND SERVICES OF MOLANA ABDUL GHANI [HAJI SAHIB]

Syed Bacha Agha
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Govt: Postgraduate College, Quetta.
Mufti Dolat Khan
Research Scholar, Islamic Studies Department, University of Baluchistan, Quetta.

ABSTRACT

Allah has created this universe and for guidance of people he has sent his different holy books and with those books he has sent different holy messengers. The messengers of Allah came to this world and preached the message was written in his books. When his messengers completed their job then their duty was given to the scholars of Islam. They also preached Islam from place to place and they face many difficulties and hardships but they continue their message. Among all these scholars some of them worked hard for writing and teaching the holy Quran to other people. Molana Abdul Ghani is one of these scholars who spent all of his time to serve Islam and preaching of Islamic thoughts. In this paper will present the Services and Introduction of Molana Haji Abdul Ghani.

KEYWORDS: Molana Haji Abdul Ghani, Services, Teachings, Social work.

کلیدی الفاظ: مولانا حاجی عبدالغنی، خدمات، تعلیمات، سماجی کام

تمہید

بلوچستان میں اسلامی تعلیمات کی اشاعت، خلق خدا کو تعلیمات نبویﷺ سے آراستہ کرنے اور ان کی روحانی وسیاسی آبیاری کا سہرا علماء کرام کے سر ہے۔ اہل بلوچستان نے علماء کرام کی تعلیمات سے کماحقہ اکتساب فیض کیا ہے جس کا اندازہ اس سرزمین کے مدارس اور علمائے کرام کے علمی وروحانی اثرات سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ انہی علماء میں سے بلوچستان کے ایک نامور شخصیت حضرت مولانا حاجی عبدالغنیؒ ہیں، جن کا تعارف، خدمات وتعلیمات کا تذکرہ کرنا اس مقالے میں مقصود ہے۔

تعارف

آپ کا نام عبدالغنی اور لقب حاجی صاحب تھا۔ کم سنی (اٹھارویں سال) میں حج مبارک کی سعادت حاصل کرنے کی وجہ سے اہل چمن میں حاجی صاحب کے نام سے مشہور ہوگئے اور یہ نسبت ان کے نام کا لازمی حصہ بن گیا۔ آپ 1940ء کو چمن (بلوچستان) میں پیدا ہوئے۔ ریگستانی علاقہ میں رہائش پزیر ایک مشہور پشتون قبیلہ بادیزئی کی ذیلی شاخ ولی زئی کے بزرگ خاندان ملا عالم زئی کے گھرانے وقت کے عظیم انسان شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج مولانا عبدالغنی صاحبؒ پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم

بچپن ہی میں والد کی شفقت ومحبت سے محروم ہو کر یتیم ہو گئے،اس وقت آپ کی عمر چار سال تھی۔غربت اور یتیمی کے اس دور میں آپ نے ریگستانوں میں تقریباً دس سال کی عمر تک بھیڑ بکریوں کو چراتے رہے۔دس سال کے بعد آپ کے بڑے بھائی حاجی دلبر مرحوم نے چمن سے تعلیم کیلئے دو بغدادی قاعدے لائے اور والدہ مرحومہ نے آپ اور آپ کے بڑے بھائی حاجی عبدالعلی کو ملا محمد حنفیہ مرحوم کے پاس داخل کرادیے۔یہ استاد مولوی عبدالرزاق ملیزئی چمن والے کے والد تھے۔آپ کی زندگی تقریباً خانہ بدوشی کی تھی اس لئے بمشکل دو برس میں قاعدہ، ناظرہ قرآن مجید اور شروط الصلواۃ سے فراغت ہوئی۔

اعلیٰ تعلیم

عمر کے تیرھویں سال میں چمن کے مشہور عالم دین اور فاضل دیوبند حضرت مولانا محمد نور صاحب نور اللہ مرقدہ کی زیر سرپرستی ان کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔ایک سال میں علم الصرف کافیہ تک، علم النحو شرح الوقایہ تک، علم الفقہ اور فارسیات میں گلستان و بوستان مکمل کیے۔آپ پندرھویں سال میں حصول علم کے لئے افغانستان کے شہر قندھار چلے گئے۔اس وقت قندھار میں حضرت مولانا محمد صدیقؒ کے نام سے ایک مشہور عالم دین تھے، تجربہ کار اور نامور مدرس تھے۔ان کی زیر سرپرستی علم النحو سے کافیہ اور شرح جامی، منطق سے قطبی اور بدیع المیزان وغیرہ پڑھیں۔(1)

سولویں سال میں قندھار سے پاکستان کے شہر کوئٹہ آگئے اور چمن پھاٹک کے مدرسہ (جامعہ دارالارشاد) میں حضرت مولانا عبدالعزیزؒ کے زیر نگرانی اوائل اصول، ہدایہ اولین، شرح العقائد، ملا حسن اور سلم العلوم وغیرہ پڑھے۔سترھویں سال میں پھر واپس چمن آئے اور اپنے سابق استاد مولانا محمد نورؒ کے مدرسہ میں میر زاہد، شرح ملا جلال، مختصر المعانی اور حسامی وغیرہ پڑھے۔مولانا محمد نورؒ بہت بڑے عالم دین تھے انتہائی ذہین، حاضر جواب اور باکمال تھے لیکن اہل چمن نے ان کی قدر نہ کی اور نہ اُن کے علم وکمال کو پہچانا۔اٹھارویں سال کی عمر میں مجھ کو حرمین شریفین کے سفر کی سعادت نصیب ہوئی، یہ سفر تقریباً اڑھائی مہینوں پر محیط تھا۔ انیسویں سال میں کوئٹہ میں داخلہ لیا اور اسباق غور (افغانستان کا علاقہ) کے مشہور بزرگ عالم دین مولانا جلال الدین غوریؒ سے پڑھے۔(2)

جب آپ کی عمر 20 سال ہوئی تو آپ کے استاد مولانا محمد نورؒ نے آپ کو مدرسہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور جانے کا حکم فرمایا جو آپ نے تسلیم کیا۔مدرسہ میں داخلہ لیکر اسباق شروع کر دیے، تقریباً 4 چار سال تک مسلسل مدرسہ میں رہے، اس دوران نہ گھر سے رابطہ ہوا اور نہ وطن جانا ہوا۔ علم دین کے حصول میں دل ایسا لگا کہ سب کچھ بھول گئے۔(3)

اخلاق وکردار

آپ کی سب سے بڑی خصوصیت اور عظمت کا سب سے بڑا سبب بھی یہی تھا کہ آپ میں اکابر دیوبند کی ہمہ خصوصیات موجود تھیں۔وہ جہاں علمی حیثیت سے وقار واستغناء اور اخلاقی حیثیت سے غناء نفس کی بلندیوں پر فائز تھے، وہیں فروتنی، خاکساری اور ایثار

وزہد کے متواضعانہ جذبات سے بھی بھرپور تھے۔ وہ جہاں علم واخلاق کی بلندیوں پر پہنچ کر عوام سے اونچا دکھائی دینے لگتے تھے، وہیں عجز تواضع وفروتنی اور لاامتیازی کے جوہروں سے مزین ہو کر عوام میں ملے جلے اور عام انسانوں کی طرح رہے، مجاہدانہ اور غازیانہ اسپرٹ نیز قومی خدمت کے جذبات سے بھی جلوہ آرا تھے۔ غرض علم واخلاق، خلوت وجلوت اور مجاہدہ وجہاد، اصولی واسلامی سیاست سے بطریقہ اعتدال وابستگی ان کی ذات کی امتیازی شان تھی۔ وہ بیک وقت محدث، فقیہ، مفسر، عظیم مجاہد، مفتی، متکلم، سیاسی اور حکیم ومربی تھے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر (نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا) آپ میں بطور جوہرِ نفس پیوست ہو گئے تھے۔ یہی وہ تمام خوبیاں ہیں جو اکابرین دیوبند میں پائی جاتی تھیں۔[(4)]

انداز درس وتدریس

آپ کی اعلیٰ ذہانت اور منفرد اندازِ درس طالب العلمی کے زمانہ سے ہی مشہور تھا۔ آپؒ کے اس منفرد طرز تدریس کی وجہ سے فقہ کی مغلق کتاب ردالمختار اور نخبۃ الفکر پڑھانے سے اکثر طلباء کرام محظوظ ہوتے اور یہ اقرار کرتے کہ حضرتؒ کے بعد اس طرح کا موقع پھر ہاتھ نہیں آسکتا۔ جب آپ قاضی حمداللہ اور دیگر کتابیں پڑھاتے تو استاد سے دُگنا طلباء آپ کے درس میں شامل ہوتے لیکن اصل نظارہ بخاری، ترمذی اور دُرِّ مختار پڑھاتے وقت کیا جاسکتا تھا۔ آپؒ ایک ایک حدیث اور مسئلہ کے ساتھ دسیوں مسائل اور فقہی جزئیات کو حل کر دیتے۔ اپنے حافظہ کے متعلق فرماتے کہ زمانہ طالب العلمی میں تقویٰ، اساتذہ اور خاص کر ماں کی دعائیں اور حج کے موقع پر اجابتِ دعاء کے مقامات پر "رب زدنی علماً" پڑھنا وہ اسباب ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے حافظہ کو وہ قوت بخشی کہ آج الحمدللہ تمام کتب پڑھانے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آتی لیکن صرف فقہ ہی وہ لامتناہی علم ہے جس میں روز روز نئے مسائل پیش آتے ہیں جس کے لئے ہر وقت مطالعہ ضروری ہے۔[(5)]

اساتذہ کرام

آپ کے مشہور اساتذہ حسب ذیل ہیں:

ملا محمد حنفیہؒ، حضرت مولانا محمد نور دیوبندیؒ، حضرت مولانا محمد صدیقؒ، حضرت مولانا عبدالعزیزؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق حقانیؒ، حضرت مولانا عبدالحلیم زروبی، حضرت مولانا مفتی محمد علی سواتیؒ، حضرت مولانا عبدالغنی دیرویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد یوسفؒ، شیخ محمد اکبر جانؒ اور شیخ محمد حسن جانؒ۔

فقہی مسائل میں آپ کا ذوق

مسئلہ ختم نبوت

آپؒ کے اکثر معتقدین اور تلامذہ ڈیورنڈ لائن کے آس پاس (افغانستان سے تعلق رکھتے) تھے اور آپؒ ان کیلئے ترجمان دیوبند کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپؒ اپنے نصائح میں افغانستان کے علماء کرام کو ہمیشہ تاکید سے سمجھاتے کہ مسئلہ ختم نبوت ضروریات دین میں

سے ہے، جس طرح نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد کا سیکھنا فرض ہے اسی طرح مسئلہ ختم نبوت سیکھنا فرض ہے اور ختم نبوت پر ایمان رکھے بغیر کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔(6)

بحیثیت فقیہ

حاجی صاحب کی علمی بصیرت وعلمی فقاہت تمام علماء کی اذہان میں اظہر من الشمس تھا۔آپ فقہی میدان میں ایک ماہر فقہی عالم دین کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔آپ کے درس وتدریس میں فقہی مسائل کا بہت زیادہ امتزاج معلوم ہوتا تھا۔فقہ حنفی کے مستدلات اور دوسرے ائمہ کے مسلک اوران کے دلائل کے گویا حافظ تھے، علم بڑا مستحضر تھا،انداز بیان بھی بڑا جامع اور مرتب ہوا کرتا تھا۔آپ کی شخصیت دار العلوم دیوبند کے اساسی اصول کی عکاس تھی۔ فقہی مسائل کو حل کرنے کے لئے آپ نے بعض دیگر علماء کرام کے تعاون واشتراک سے فقہی مجلس کا قیام عمل میں لایا۔جمعیت علماء اسلام کے مرکزی شوریٰ نے فقہی مجلس بنائی تھی جس میں مختلف شرعی مسائل زیر بحث لائے جاتے تھے۔اس مجلس کا مقصد یہ تھا کہ عوام الناس جمعیت علماء اسلام پاکستان پر مختلف زاویوں سے اعتراضات کررہے تھے مثلاً جمعیت علماء اسلام پاکستان کو سیاسی حوالے سے بہت سے مغلق مسائل کا سامنا کرناپڑتا تھا اور عوام یہ سمجھتے تھے کہ جمعیت علماء اسلام ان مسائل کے حل میں شریعت اسلامیہ کا لحاظ نہیں رکھتا، جب اس طرح کے اعتراضات شروع ہو گئے، توان اعتراضات کے جوابات اور اسی طرح دوسرے فقہی مسائل کو حل کرنے کے لئے مذکورہ مجلس معرض وجود میں آیا۔اس فقہی مجلس کی صدارت کے لئے حضرت مولانا عبدالغنیؒ کو متعین کیا گیا۔ مذکورہ فقہی مجلس میں مختلف مسائل زیر بحث لائے گئے اوران کو اختلافات سے نکال کر بہت ہی مدلل انداز میں حل بھی کئے گئے۔ان مسائل کی تعداد بہت زیادہ ہیں البتہ ان میں مفقود الخبر، تریاک کی کاشت کاری، کالاباغ ڈیم، رؤیت ہلال وغیرہ سے متعلق مجالس بہت زیادہ مشہور ومقبول ہوئے۔(7)

نماز جمعہ کی ادائیگی کے متعلق حضرت علامہ کا فتویٰ

بلوچستان چونکہ اکثریت ویران، غیر آباد ہے اور روزمرہ کے اشیاء خورد ونوش بمشکل مہیا ہوتے ہیں، لہذا ایسے علاقے سے نسبت کی وجہ سے فقہی مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے علاقوں میں نماز جمعہ پڑھی جائے یا نہیں۔چنانچہ اکثر مقامات پر علماء کرام کے درمیان نماز جمعہ ادا کرنے یا نہ کرنے کے متعلق سخت اختلافات پایا جاتا، یہاں تک کہ مختلف مساجد میں تقاریر کے دوران (نماز جمعہ کے) جائز اور ناجائز ہونے کے احکامات جاری کیے جاتے۔آپ نے ضلع پشین (بلوچستان) کے ذمہ دار اراکین اور دوسرے تمام لوگوں کو جمع کر کے حاجی عبدالرحمٰن مسجد کربلا (ضلع پشین) میں دونوں گروپوں کو اپنے مدلل انداز میں شریعت اسلامیہ کے فقہی اصول کے مطابق جواب دیکر نماز جمعہ شروع کیا۔اسی طرح حرمزئی، پیر علی زئی اور حبیب زئی میں بھی نماز جمعہ کے بارے میں علمائے کرام میں اختلافات تھا جن کو آپ نے بہت اچھے اور مدلل انداز میں حل کرائے۔(8)

فقہ حنفی کے مطابق ہلال کمیٹی کے متعلق مشہور کتاب "فتاویٰ حقانیہ" میں آپ کا حسب ذیل فتویٰ شائع ہوا ہے:

سوال: ہمارے علاقے قومی اسمبلی حلقہ این اے 197 پشین جس میں کچلاک، پشین بازار، یارو بازار، جنگل پیر علی زئی بازار، عبداللہ خان بازار، چمن بازار، گلستان بازار اور میزئی اڈہ بازار کے علاوہ دیگر بڑے بڑے گاؤں مثلا کربلا، حرمزئی، گانگلزئی، یکلزئی، ٹانگی، کلی کلک وغیرہ، چھوٹے بڑے علاقے شامل ہیں، ان علاقوں پر حکومت پاکستان کا قانون لاگو ہے، اور یہ تمام علاقے صوبائی حکومت کے کنڑول میں ہیں، لیکن یہاں عید اور روزہ بڑے عجیب طریقہ سے منائے جاتے ہیں، کہ ایک بستی میں عید دوسرے میں روزہ، ایک گھر میں عید دوسرے گھر میں روزہ، یہاں تک کہ گھر کے ایک فرد کا روزہ اور دوسرے کی عید ہوتی ہے، جبکہ علاقہ کے معروف عالم دین مولانا عبدالغنی صاحب شرعی گواہان پر عید اور روزے کا فیصلہ فرماتے ہیں، تو کیا ان کے فیصلہ پر عمل کیا جائے یا حکومت کی طرف سے قائم ہلال کمیٹی کے فیصلہ پر عمل کیا جائے؟ نیز بعض لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ کیا ہم افغانستان کے اعلان کے مطابق عید اور روزہ کا اہتمام کر سکتے ہیں یا نہیں؟ از راہ کرم شریعت مقدسہ کی روشنی میں اس مسئلہ کی تفصیلا وضاحت فرمائی جائے؟

الجواب: اسلام لوگوں کو اجتماعیت کی دعوت دیتا ہے اسلئے مسلمانوں کے ذمہ اجتماعیت کے احکام فرض کئے۔ نماز، روزہ، حج، اور زکوۃ اس کی مثالیں ہیں، اسی طرح عیدین بھی اجتماعیت کی داعی ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئیے کہ وہ ایک ساتھ روزہ رکھیں، اور ایک ساتھ عید منائیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"صوموا لرؤية الهلال،وأفطروا لرؤيته"[(9)]

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:صَوْمُكُمْ يَوْمَ تَصُومُونَ، وَأَضْحَاكُمْ يَوْمَ تُضَحُّونَ"[(10)]

یہی وجہ ہے کہ فقہاء مذاہب ثلاثہ بالاتفاق اور مذہب شافعیہ کے بعض فقہاء اور مذہب اہل حدیث، زیدیہ، ظاہریہ وغیرہ کا اجتماعی فیصلہ ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں، اہل غرب کی رؤیت اہل شرق کے لیے قابل حجت ہے، لہذا رمضان یا عیدین کا چاند جب نظر آجائے تو قاضی وقت، ہلال کمیٹی یا علاقے کے معتمد عالم دین کو چاہیے کہ وہ اس شہادت کو قبول کرکے اس کے مطابق روزہ یا عیدین کا حکم صادر کرے ،وہ حساب وکتاب یا کمپیوٹر کی اطلاع عدم احکام کو نہ دیکھے۔ صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں:

"حَتَّى لَوْ أَخْبَرَ رَجُلٌ عَدْلٌ الْقَاضِيَ بِمَجِيءِ رَمَضَانَ يُقْبَلُ وَيَأْمُرُ النَّاسَ بِالصَّوْمِ يَعْنِي فِي يَوْمِ الْغَيْمِ وَلَا يُشْتَرَطُ لَفْظُ الشَّهَادَةِ وَشَرَائِطُ الْقَضَاءِ "[(11)]

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

"بِأَنَّ الْمَعْمُولَ بِهِ فِي الْمَسَائِلِ الثَّلَاثِ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْبَيِّنَةُ؛ لِأَنَّ الشَّهَادَةَ نَزَّلَهَا الشَّارِعُ مَنْزِلَةَ الْيَقِينِ وَمَاقَالَهُ السُّبْكِيُّ مَرْدُودٌ رَدَّهُ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنْ الْمُتَأَخِّرِينَ،وَ لَيْسَ فِي الْعَمَلِ بِالْبَيِّنَةِ مُخَالَفَةٌ لِصَلَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَجْهُ مَا قُلْنَاهُ أَنَّ الشَّارِعَ لَمْ يَعْتَمِدْ الْحِسَابَ، بَلْ أَلْغَاهُ بِالْكُلِّيَّةِ بِقَوْلِهِ { نَحْنُ أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا } وَقَالَ ابْنُ دَقِيقِ الْعِيدِ: الْحِسَابُ لَا يَجُوزُ الِاعْتِمَادُ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ انْتَهَى"[(12)]

اس لیے کہ قاضی شرعی کو بدون وجہ شرعی کے کسی شہادت کو رد کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں بلکہ وہ شہادت کے حوالہ سے فیصلہ کرے گا۔ علامہ علاؤالدین الحصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"(رَأَى) مُكَلَّفٌ (هِلَالَ رَمَضَانَ أَوْ الْفِطْرِ وَرُدَّ قَوْلُهُ) بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ"[13]

اگرچہ قاضی شرعی کی موجودگی میں کسی دوسرے شخص کا فیصلہ عیدین ورمضان میں ناقابل قبول ہے۔ احکام شرعی کے بارے میں صرف قاضی شرعی کا فیصلہ قبول ہوگا۔ علامہ زحیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لماقال العلامه وهبة الزحيلى: من المصالح العامةرابعاً، القيام على شعائر الدين من أذان وإقامة صلاة الجمعة والجماعة والأعياد، وصيام، وحج"[14]

لیکن جہاں کہیں قاضی شرعی نہ ہو یا وہ شرعی دلائل کی روشنی میں حکم صادر نہ کرتا ہو تو عیدین ورمضان وغیرہ عبادات کے قیام میں علاقے کا معتمد عالم دین قاضی شرعی کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔

مولانا رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جہاں مسلم حاکم موجود نہ ہو یا وہ فیصلہ شرعی نہ کر سکتا ہو۔ وہاں اگرچہ جمیع معاملات میں تو عالم قاضی کے قائم مقام نہیں ہو سکتا البتہ رؤیت ہلال وغیرہ بعض جزئیات میں اس کا فیصلہ حکم قاضی کے قائم مقام ہو جائے گا۔"[15]

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال العلامہ ابن عابدين: وَفِي الْفَتْحِ : وَإِذَا لَمْ يَكُنْ سُلْطَانٌ ، وَلَامَنْ يَجُوزُ التَّقَلُّدُ مِنْهُ كَمَا هُوَ فِي بَعْضِ بِلَادِ الْمُسْلِمِينَ غَلَبَ عَلَيْهِمْ الْكُفَّارُ كَقُرْطُبَةَ الْآنَ يَجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَتَّفِقُوا عَلَى وَاحِدٍ مِنْهُمْ، وَيَجْعَلُونَهُ وَالِيًا فَيُوَلَّى قَاضِيًا وَيَكُونُ هُوَ الَّذِي يَقْضِي بَيْنَهُمْ"[16]

موجودہ ہلال کمیٹی کا اعلان اگرچہ قابل اعتبار ہے اس پر مسلمان عید ورمضان جیسے امور انجام دے سکتے ہیں مگر اسکے علاوہ علماء کی کمیٹی یا ایک معتمد عالم دین بھی اس بات کا مجاز ہے کہ وہ شہادت یا دیگر اطلاعات کی بناء پر رمضان وعیدین کا فیصلہ کر سکے یہ بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہے۔ اعلان رمضان وعیدین کا حق صرف ہلال کمیٹی کو حاصل نہیں۔ علامہ محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں:

"واعلم ان بلاد الهند اليوم ليست فيها حكومة اسلامية وليس فيهادارالفقه للمسلمين فالحكم فى مثلها الصوم باخبار ثقة والفطر يقول ثقتين ولاينبغى لعلماء العصر من المفتيين المشى على ما هو شان قضاة دار الاسلام من الشهادة وغيرها"[17]

اس لیے کہ ہلال کمیٹی دیگر تسامحات کے ساتھ ساتھ شہادت شرعی کو بھی اپنی مفروضہ رائے اور عدم رؤیت کے اعلان کے بعد قبول نہیں کرتی اور شہادت کو کمپیوٹر کے حساب سے پرکھا جاتا ہے۔ جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی جس پر گذشتہ عیدین (عیدالفطر، عیدالضحی) کا اعلان واضح دلیل ہے، جو کہ سب کے سامنے ہے۔ اور اخبارات وجرائد میں اس کے خلاف کافی مدلل ومفصل مضامین لکھے گئے، اس کے ساتھ قاضی شرعی کا حکم بھی تب نافذ ہوتا ہے، جب وہ شریعت کے موافق ہو، لہذا جب ایک علاقہ میں رؤیت

چاند ہو جائے تو رؤیت جہاں بھی ہو ثبوت شرعی کے ساتھ ثابت ہونے پر ہلال کمیٹی یا علاقے کا معتمد عالم دین روزہ یا عیدین کا فیصلہ (اعلان) کردے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس فیصلہ پر عمل کریں، اختلاف کو ختم کرنے کے لیے آسان سے تجویز یہ ہے کہ ہلال کمیٹی صرف مخصوص وقت تک شہادت یا اطلاع کی پابندی نہ کریں بلکہ رات گئے تک ملک وبیرون ملک رابطہ کرتی رہے جہاں پر بھی رؤیت ہلال شرعاً ثابت ہو جائے تو رمضان یا عید کا اعلان کر دیا جائے۔

ہلال کمیٹی کمپیوٹر کے حساب پر شہادت کو نہ پرکھے اس لیے کہ ممکن ہے پاکستان میں طول البلد اور عرض البلد کے حساب سے امکان رؤیت نہ ہو اور دیگر ممالک میں امکان رؤیت ممکن ہو اسلئے شہادت کو شرعی اصول پر پرکھا جائے۔ لیکن اگر ہلال کمیٹی والے اپنی خود ساختہ اصولوں پر قائم رہتے ہوئے روابط سے روگردانی کرتے ہوں تو مسلمانوں پر لازمی ہے کہ وہ علاقے کے معتمد عالم دین کے اعلان پر رمضان وعیدین کا اہتمام کریں تاکہ اختلاف ختم ہو کر لوگوں میں وحدت پیدا ہو جو کہ اسلام کا فلسفہ ہے لہذا ہلال کمیٹی یا علاقے کے مسلمانوں کو رمضان کا روزہ یا عید (افطار) کر لینا چاہیئے۔ اس طرح ان شاء اللہ تعالی وحدت قائم ہو گی۔

کسی دوسرے ملک کے صرف اعلان پر روزہ یا افطار (عید) کرنا شرعاً صحیح نہیں جب تک وہاں کے رؤیت دوسرے طُرُقِ شرعی (شہادت علی الرؤیت یا شہادت یا شہادت علی الشہادت علی القضاء یا استفاضہ) کی ساتھ ثابت نہ ہو جائے اور علاقے کا معتمد عالم دین یا علماء کمیٹی وغیرہ اعلان نہ کرے۔[18]

تقسیم میراث اور خواتین

آپ تمام مسلمانوں اور قبائلی جرگوں کے وفدوں اور جلسوں اور اپنے دورہ حدیث میں تقسیم میراث کے بارے میں فرماتے تھے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل جو غایت درجہ شرک وکفر کا زمانہ لوگوں پر گزرا ہے اسکو جاہلیت کہتے ہیں، زمانہ جاہلیت میں جہاں مختلف قسم کی رسمیں اور جاہلانہ تصورات وخیالات (مثلا لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا، غلاموں اولونڈیوں پر سختی اور تشدد سے پیش آنا، یتیموں کا مال ناحق طریقے سے کھانا، اور طرح طرح باطل معبودوں کی عبادت کرنا، وغیرہ) رائج تھے، اس کے علاوہ ایک ظالمانہ طریقہ یہ بھی رائج تھا کہ وارث کا حق دار صرف وہی شخص ہو سکتا تھا جو گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کرتا اور اپنے خاندان کا بدلہ لے سکتا، ظاہر ہے کہ اس اصول کی تحت عورتیں اور بچے سب محروم تھے۔

لیکن آج کل ہمارے معاشرے میں مسلمانوں میں بھی مالی معاملات کے بارے میں جو بڑی کوتاہیاں اور غلطیاں ہو رہی ہیں ان میں سے ایک بڑی (غلطی) کوتاہی میراث کا اللہ رب العزۃ اور رسول اللہ ﷺ کی احکامات وارشادات کے مطابق تقسیم نہ کرنا ہے، بلکہ ایک وارث یا چند وارثوں کا اسے ہڑپ کر جانا اور دوسرے وارثوں کو محروم کرنا ہے۔ تعجب ہے کہ بہت سے لوگ جو مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں لیکن مرنے والے کی بیویوں اور بیٹیوں کو میراث کے شرعی حصے نہیں دیتے۔ تاہم بدعات، خرافات اور رسومات کے

کاموں میں میراث کے مشترکہ مال سے خرچ کرنے میں کوئی عار نہیں رکھتے۔ مثلاً تیسرے دن قرآن پڑھوا کر حیلہ اسقاط کرتے ہیں اور قبرستان میں بنیت ثواب ترکہ کے مال سے پیسے تقسیم کررہے ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب حرام اور ناجائز ہیں۔ حیرت ہے ان لوگوں پر جو اپنے کو اہل علم میں بھی شمار کرتے ہیں اور بخشوانے کے ٹھیکدار بن کر حیلہ اسقاط کے ذریعے یتیموں اور بیواؤں کا مال کھاتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جہاں دو بیویوں کی اولاد ہوں ان میں سے جس بیوی کی اولاد کے قبضے میں مرنے والے کی املاک اور اموال میں سے جس قدر بھی ہو وہی اسے لے اڑتا ہے حالانکہ شریعت مطہرہ میں مرنے والے کی بیویوں سے جو اولاد ہیں یہ سب ترکہ میں مشترک ہیں۔ شرعاسب میں میراث کا قانون جاری ہوتا ہے اگر تقسیم نہ کیا جائے اور جس کے قبضے میں جو مال ہے وہ مستحقین کو نہ پہنچائے تو جس کے پاس بھی اپنے حصے سے زیادہ ہو گا وہ حرام کھانے کے گناہ کا مرتکب ہو گا اور اسے مال کے یہ محبت آخرت کے عذاب میں مبتلا کردے گی۔ میراث کی تقسیم کے بارے میں شرعی حکم نہ ماننا اور لڑکیوں کو ان کے حق سے محروم کرنا اور ان کا حق نہ دینا بہت سخت گناہ ہے بلکہ حد کفر تک پہنچ جانے کا اندیشہ ہے۔ اللہ نے اپنے کلام پاک میں وراثت کے قانون و قواعد بیان کرنے کے بعد صریح الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔[19]

"اور جو کوئی خدا اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے گا اور اس کے مقررہ حدود سے تجاوز کرے گا وہ اس کو جہنم میں ڈال دے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کلئے ذلت کا عذاب ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے لڑکیوں کے حصہ کی اہمیت بیان فرمائی:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ۔[20]

"آج کل لوگ (لِلذَّكَرِ) کو تو ماننے کیلئے تیار ہیں۔ لیکن مثل (حَظِّ الأُنثَيَيْنِ) ماننے کو تیار نہیں ہیں۔"[21]

قصاص کے متعلق حضرت علامہ کی رائے

پشتون قبائل میں قصاص کے متعلق ایک ایسا رواج موجود تھا جس میں دو قوموں یا قبیلوں کے درمیان خونریز جھگڑا ہوتا تو ایک قبیلہ دوسرے کے ایک آدمی کو قتل کرتا دوسرا قبیلہ بدلے میں قاتل کے علاوہ پہلے قبیلے کے اور کسی شخص کو قتل کرتا، اس غیر شرعی رسم کے متعلق حضرت علامہ نے حسب ذیل فتویٰ جاری کیا۔

قانون الٰہی کے علاوہ ہر قسم کا قانون یا رسم و رواج و روایات ظلم اور بربریت گمراہی اور ہلاکت کے علاوہ اور کچھ نہیں تمام انسانیت کیلئے صرف اور صرف شریعت اسلامی مشعل راہ اور نجات کا سبب ہے اور شریعت کے قانون میں قاتل کے علاوہ بدلے میں اور معصوم جان کو مارنا ہرگز جائز نہیں، اگر قاتل کے بجائے اور کسی کو مارا تو اس سے قصاص لیا جائے اور نہ ہی قاتل سے مقتول کے ورثہ

یا قریبی اولیاء کے علاوہ اور کوئی شخص بدلہ لے سکتاہے اس لئے کہ قاتل کا خون صرف مقتول کی جو ورثاء یا حکومت وقت کیلئے جائز ہے اور کسی کو نہیں۔[22]

صاحب ردالمحتار فرماتے ہیں:

"وَلَوْ قَتَلَ الْقَاتِلَ أَجْنَبِيٌّ وَجَبَ الْقِصَاصُ عَلَيْهِ فِي الْقَتْلِ الْعَمْدِ؛ ای لِأَنَّهُ مَحْقُونُ الدَّمِ بِالنَّظَرِ لِقَاتِلِهِ (وَالدِّيَةُ عَلَى عَاقِلَتِهِ) أَيْ الْقَاتِلِ(فِي الْخَطَأِ، وَلَوْ قَالَ وَلِيُّ الْقَتِيلِ بَعْدَ الْقَتْلِ) أَيْ بَعْدَ قَتْلِ الْأَجْنَبِيِّ(كُنْت أَمَرْته بِقَتْلِهِ وَلَا بَيِّنَةَ لَهُ) عَلَى مَقَالَتِهِ (لَا يُصَدَّقُ) وَيُقْتَلُ الْأَجْنَبِيُّ"[23]

نکاح شغار (وٹہ سٹہ، مقامی پشتو زبان میں سری یا محی کہتے ہیں) کا حکم، جو قبائلی نظام میں نکاح کا یہ سلسلہ بہت زیادہ ہیں۔

صاحب سنن الکبریٰ روایت کرتے ہیں:

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِﷺ-نَهَى عَنِ الشِّغَارِ. وَالشِّغَارُ أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ ابْنَتَهُ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ"[24]

صاحب ردالمحتار فرماتے ہیں:

"(وَوَجَبَ مَهْرُ الْمِثْلِ فِي الشِّغَارِ) هُوَ أَنْ يُزَوِّجَهُ بِنْتَه عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ الْآخَرُ بِنْتَه أَوْ أُخْتَهُ مَثَلًا مُعَاوَضَةً بِالْعَقْدَيْنِ وَهُوَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ لِخُلُوِّهِ عَنْ الْمَهْرِ،فَأَوْجَبْنَا فِيهِ مَهْرَ الْمِثْلِ فَلَمْ يَبْقَ شِغَارًا وَحَاصِلُهُ أَنَّهُ مَعَ إيجَابِ مَهْرِ الْمِثْلِلَمْ يَبْقَ شِغَارًا حَقِيقَةً."[25]

آپؒ نے نکاح شغار کے بارے میں یوں کہا: نکاح شغار سے نبی کریمﷺ نے منع فرمایاہے: یعنی بلاذکر مہر عقد کے عوض میں عقد ہی کو نکاح شغار کہتے ہیں یعنی لڑکی کے عوض لڑکی دینا مہر ذکر کئے بغیر اسلئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے شغار کے صورت میں مہر مثل کو واجب کر دیاہے اور نفس نکاح صحیح ہے البتہ یہ عمل مکروہ ہے۔[26]

درس دورہ حدیث

2008ء میں جامعہ کے دارالحدیث میں ایک طالب علم نے حضرتؒ سے سوال کیا کہ آپ نے کب سے دورہ حدیث پڑھانا شروع کیا۔ حضرتؒ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے فراغت کے دوسرے سال (تقریباً1967) سے دورہ حدیث پڑھانا شروع کیا۔ لیکن بدقسمتی سے مسلسل دورہ حدیث نہ پڑھا سکا۔ کبھی جمعیت علماء اسلام تو کبھی تحریک طالبان افغانستان کیلئے دورہ حدیث چھوڑنا پڑا۔ البتہ 1999ء سے آخر دم تک مسلسل دورہ حدیث جاری رہا۔ رسول اللہﷺ کا ارشاد ہے:

"عَنْ عُثْمَان قَالَ:قَالَ رَسُول اللَّه ﷺ "خَيْر كُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآن وَعَلَّمَهُ"[27]

آپﷺ سے روایت ہے:

"عن عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِى رَسُولُ اللَّهِ -ﷺ-:« أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ، قَالَ قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ:« فَلاَ تَفْعَلْ. نَمْ، وَقُمْ، وَصُمْ، وَأَفْطِرْ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنَيْكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا،وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا،

وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ. فَإِنَّ كُلَّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَإِذَا ذَاكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ۔"[28]

عورتوں کا بال کاٹنا

عورتوں کے سر کے بال آگے یا پیچھے سے کاٹنے میں کوئی قباحت نہیں ہے بشرطیکہ وہ ان تین باتوں کا خیال رکھے۔

(۱)مردوں سے مشابہت نہ ہو۔ (۲)کافروں سے مشابہت نہ ہو۔ (۳)حلق نہ ہو۔

صحیح مسلم کی روایتوں میں آیا ہے کہ حضورﷺ کی وفات کے بعد بیبیوں کے بال اتنے لمبے نہیں رہیں جتنے حضورﷺ کی زندگی میں تھے۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضورﷺ کی شریک حیات اور ابن عباسؓ کی خالہ) کو دفنا رہے تھے۔تو میں نے دیکھا کہ اس کے بال کٹے ہوئے تھے۔آج کل کے نوجوان علمائے کرام نے اس سے ایک بہت بڑا مسئلہ بنایاہوا ہے۔اور وہ اکثر سوال پوچھتے ہیں کہ جس عورت نے آگے کے بال کاٹے ہوئے ہو کیا وہ پھر بھی مسلمان ہوتی ہے؟ میں ان سے کہتا ہوں کہ کفر ہمارے سروں پہ پہنچ چکا ہے۔ ہمارے سامنے بڑے بڑے مسائل ہیں ایسے وقت میں ہمیں ان کم اہم مسئلوں پر ضرورت سے زیادہ زور نہیں دینا چاہیے۔

صاحب المستخرج روایت کرتے ہیں:

"عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ أَنَا وَأَخُوهَامِنَ الرَّضَاعَةِ فَسَأَلْتُهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَدُعِيت بِإِنَاءٍ أَوَاهُ قَدْرَ الصَّاع فَاغْتَسَلَتْ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا سِتْرٌ فَأَفْرَغَتْ عَلَى رَأْسِهَا ثَلَاثًا قَالَ وَكَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ يَأْخُذْنَ مِنْ رُءُوسِهِنَّ حَتَّى يَكُونَ كَالْوَفْرَةِ۔"[29]

صاحب المنہاج فرماتے ہیں:

"قال عياض رحمه الله تعالى: والمعروف أن نساء العرب إنما كن يتخذون القرون، والذوائب، ولعل أزواج النبيﷺفعلن هذا بعد وفاته ﷺ لتركهن التزين، واستغنائهن عن تطويل الشعر وتخفيفاً لمؤنة رؤوسهن، وهذا الذي ذكره القاضي عياض من كونهن فعلته، بعد وفاته ﷺ، لا في حياته. كذا قاله أيضاً غيره، وهو متعين ولا يظن بهن فعله في حياتهﷺ، وفيه دليل على جواز تخفيف الشعور للنساء.انتهى كلام النووي. وقوله: وفيه دليل على جواز تخفيف الشعور للنساء۔"[30]

این جی اوز کے متعلق حضرت علامہ کی رائے

2009ء میں دارالحدیث میں ایک فاضل نے آپ سے سوال پوچھا کہ این جی اوز سے سکول کے نام پر پیسے لیکر اس سے مسجد بنانا کیسا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ این جی اوز کے کئی اقسام ہیں۔ کئی کو مسلمان اور اسلامی ملکوں کی حکومتیں فنڈ فراہم کرتی ہیں۔ جبکہ کئی کی فنڈنگ امریکہ اور یورپ کررہے ہیں۔ کچھ این جی اوز خالص انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہمارے ساتھ تعاون کررہے ہیں اور کئی

این جی اوز زہر کو شہد میں لپیٹ کر ہمیں پیش کررہے ہیں۔ان کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کا منہ میٹھا کر کے انکو اپنی طرف راغب کیا جائے اور یوں وہ مسلمانوں کو کم ہمت کررہے ہیں۔ مندرجہ بالا صورت میں ہمیں این جی او کی عزائم کو سمجھنا ہوگا اور سکول کے نام پر پیسے لیکر اس سے مسجد بنانا تو صریح دھوکہ ہے اور دھوکہ اس کافر کے ساتھ بھی جائز نہیں ہے جو آپ کے ساتھ محاذ جنگ میں برسرپیکار ہو۔

انتخابات کی شرعی حیثیت

حضرتؒ سے کسی نے موجودہ انتخابات کی شرعی حیثیت کے بارے میں سوال کیا تو حضرتؒ نے اسے سابق مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ کی کتاب اس بارے میں پڑھنے کا مشورہ دیا۔جواہر الفقہ میں مذکور ہے:

"امیدوار کو ووٹ دینے کی ازروئے قرآن وحدیث نبوی چند حیثیت ہیں:ایک حیثیت شہادت کی ہے کی ووٹر جس شخص کو اپنا ووٹ دے رہا ہے کہ یہ شخص اس کام کی قابلیت رکھتا ہے۔دوسری حیثیت ووٹ کی شفاعت کی ہے۔"[31]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

"من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منها۔"[32]

مولانا عبدالحق فرماتے ہیں:

"اس ووٹ کی حیثیت وکالت کی ہے،ووٹر اپنے لیے حکومت کے گھر میں وکیل نامزد کرتا ہے کہ یہ شخص (امیدوار) حکومت سے میرے مسائل حل کرائے گا۔"[33]

جہاد اور دہشت گردی میں فرق

جہاد و دہشتگردی میں فرق کے متعلق آپ فرماتے تھے کہ اصل میں یہ تعبیر بھی مغرب کی طرف سے آئی ہے کہ دہشتگردی اور جہاد میں فرق واضح ہے۔دہشتگردی تو حرکات فساد پھیلانے اور اپنی سربلندی چاہنے کی غرض سے ہوتی ہے۔جیساکہ قرآن میں ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَايُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَافَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ۔[34]

"وہ گھر پچھلا ہے ہم دینگے۔وہ ان لوگوں کو جو نہیں چاہتے اپنی بھلائی ملک میں اور نہ بگاڑ ڈالنا۔"

البتہ فساد پیشہ لوگ آپ کا مال لوٹ لیتے ہیں عزت برباد کرتے ہیں آپ کا خون بہاتے ہیں یہ سب کچھ فساد پھیلانے اور اپنی سربلندی ظاہر کرنے کیلیئے کرتے ہیں،ایسے لوگ دہشتگرد ہیں۔خواہ وہ حکام کی شکل میں،سردار اور نواب کی شکل میں یا چور اور ڈاکو کی شکل میں ہو۔اور جہاد اصلاح کیلیئے ہے فساد کیلیئے نہیں۔ان کا غرض اعلاء نفس نہیں بلکہ "اعلاء کلمۃاللہ" ہے تو یہ واضح اور خاص فرق ہے جہاد اور دہشتگردی میں۔جہاد کی غرض "اعلاء کلمۃاللہ" ہے،دہشتگردی کا غرض اعلاء نفس ہے۔جہاد کا مقصد اصلاح ہے جبکہ دہشتگردی کا مقصد فساد ہے۔یہ اور بات ہے کہ تعبیر دشمن کے منہ کی ہے۔برعکس "نہد نام زنجی راکافور" وہ سفید کو کالا کہے تو آپ کہیں گے کہ کالا ہے۔کالا کو سفید کہے آپ کہیں گے کہ سفید ہے۔

خلاصہ بحث

سرزمین بلوچستان میں اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور خلق خدا کو تعلیمات نبویﷺ سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی سیاسی رہنمائی کے لئے علماء کرام نے شبانہ روز محنت کی ہے۔ان علماء کے خدمتی اثرات سے اہل بلوچستان نے کماحقہ اکتساب فیض حاصل کیاہے۔معاشرتی اصلاح میں ان کے تعلیمات کے اثر سے غیر شرعی رسوم کا چلن خاصا کم ہوچکا ہے، علم کی روشنی اور شعور وآگہی پروان چڑھا ہے۔قبائلی جھگڑوں اور خاندانی دشمنیوں کی بجائے بھائی چارہ اور اخوت کے جذبات نے جگہ لی ہے، جابجا دینی مدارس قائم ہیں اور تبلیغی وفود اور جماعتیں بلوچستان کی دورافتادہ، سنگلاخ اور بے آب وگیاہ علاقوں تک پھیل چکے ہیں۔بلوچستان میں جو مسائل انتظامی ادارے، عدالتیں اور حکمران ختم نہیں کرسکتے وہ ان علماء کے فیوضات سے حل ہوئے ہیں۔

حوالہ جات

(1)انٹرویو، مولوی محمد ایوب، بمقام جامعہ اسلامیہ، چمن، 25/03/2017

(2)سیف، معراج الدین، ختم نبوت اور حضرت علامہ، ماہنامہ لولاک، ملتان، محرم الحرام 1433ھ، ج21، ش5، ص19

(3) قاری ممتاز سرحدی، علامہ عبدالغنی شہیدؒ کی سرگزشت زندگی خود انکی زبانی، الہدیٰ، سہ ماہی ، ج4، ش 3، رجب تا رمضان، 1432ھ، ص43

(4)انٹرویو، مولانا محمد ایوب، بمقام جامعہ اسلامیہ، چمن، 25مارچ 2017ء

(5) ایضا

(6)بحوالہ بالا، سیف، معراج الدین، مسئلہ ختم نبوت اور حضرت علامہ، ماہنامہ لولاک، ملتان، ج21، ش5، ص19

(7)شرودی، حافظ حسین احمد، افکار مفتی محمود کا ترجمان، چمن، الہدیٰ، اشاعت خاص، جولائی، 2012م، ص150

(8)لعل محمد حقانی، امام علم وعرفان، چمن، الہدیٰ، اشاعت خاص، جولائی، 2012ء، ص413

(9) النسائي، أحمد بن شعيب، السنن الكبرى، كِتَابُ الصِّيَامِ ،باب إِكْمَالُ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ إِذَا كَانَ غَيْمٌ، بيروت، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421 هـ، حديث2439

(10) البيهقي، أحمد بن الحسين، السنن الكبرى، كِتَابُ الصِّيَامِ ،بَابُ الْقَوْمِ يُخْطِئُونَ فِي رُؤْيَةِ الْهِلَالِ، بيروت، دار الكتب العلمية،1424 هـ،ج4،ص 422

(11) ابن نجيم، زين الدين بن إبراهيم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، دار الكتاب الإسلامي، الطبعة: الثانية،د2،ص283

(12) الشامی، محمد أمين بن عمر، رد المحتار على الدر المختار، بيروت، دار الفكر، الطبعة: الثانية، 1412هـ، ج2،ص387

(13) الحصكفى،علاء الدين، الدر المختار، بيروت، دار الفكر، الطبعة: الثانية، 1412هـ،ج2، ص384

(14) أ. د. وَهْبَة بن مصطفى الزُّحَيْلِيّ، الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ (الشَّامل للأدلّة الشَّرعيَّة والآراء المذهبيَّة وأهمّ النَّظريَّات الفقهيَّة وتحقيق الأحاديث النَّبويَّة وتخريجها)، دمشق،دار الفكر، الطبعة: الرَّابعة، باب الوظائف السياسية،ج8،ص6186

(15)مفتی،رشید احمد،احسن الفتاویٰ،کراچی،ایچ ایم سعید،طبع یازدہم1435ھ،ج4،ص466

(16)رد المحتار على الدر المختار،ج5،ص369

(17)بنوری،محمد یوسف،معارف السنن شرح جامع الترمذی،کراچی،ایچ ایم سعید،ج5،ص345

(18)حقانی،عبدالحق،فتاویٰ حقانیہ،اکوڑہ خٹک،مکتبہ سید احمد شہید،طبع ہفتم،1431ھ،ج4،ص134تا137

(19)النساء4:14

(20)النساء4:11

(21)محمد قسیم محمود،ملفوظات،الہدیٰ،سہ ماہی،اشاعت خاص،جولائی2012ء،ص443تا453

(22)حریفال،سید حبیب اللہ شاہ،ماہنامہ الجمیعت،لاہور،جلد12،شمارہ3،دسمبر2011ء،ص9

(23) رد المحتار على الدر المختار، ج6،ص 540

(24) النسائي، كِتَابُ النِّكَاحِ ،باب الشغار،تفسير الشغار، حديث 5473

(25) ردالمحتار على الدرالمختار،ج3،ص 106

(26)محمد قسیم محمود،ملفوظات،الہدیٰ،سہ ماہی،اشاعت خاص،جولائی2012ء،ص443تا453

(27)الجامع الصحيح للبخارى،كِتَابُ فَضَائِلِ القُرْآنِ،بَابٌ:خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ القُرْآنَ وَعَلَّمَهُ، حديث5027

(28)ایضاً،كتاب الصوم،باب حق الجسم فى الصوم،حديث1975

(29) الأصبهاني، أحمد بن عبد الله، المسند المستخرج على صحيح لإمام مسلم، كِتَابُ الطَّهَارَةِ، بَابٌ فِي الاغْتِسَالِ مِنَ الْجَنَابَةِ، بيروت،دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، 1417هـ،ج1،ص 370،حديث 720

(30) النووي،محيي الدين يحيى بن شرف، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، كِتَاب الْحَيْضِ ،باب القدر المستحب من الماء في غسل الْجَنَابَةِ،بيروت، دار إحياء التراث العربي، الطبعة: الثانية، 1392هـ، ج4،ص 5

(31)مفتی محمد شفیع،جواہر الفقہ، کراچی، مکتبہ دار العلوم،2010ء، جلد5،ص529

(32)النساء4:85

(33)فتاویٰ حقانیہ، جلد2،ص302

(34)محمد قسیم محمود،ملفوظات،الہدی،سہ ماہی،اشاعت خاص،جولائی2012ء،ص443تا453